Al-Abṣār (Research Journal of Fiqh & Islamic Studies)
ISSN: 2958-9150 (Print) 2958-9169 (Online)
Published by: Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
Volume 03, Issue 01, January-June 2024, PP: 01-36
DOI: https://doi.org/10.52461/al-abr.v1i2.1483
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/al-absar/about

اَصَحّ السِّیَر فی ھَدی خیرالبشر میں فقہ السیرۃ کے اسلوب کا مطالعہ

Study of Methodology of Fiqh Al-Sīrah in Aṣaḥ Al-Siyar

Muhammad Kashif
Ph.D Scholar, Shaikh Zayed Islamic Centre, University of The Punjab, Lahore.

Dr. Muhammad Abdullah
Professor / Director, Shaikh Zayed Islamic Centre, University of The Punjab, Lahore

Abstract

Abdul Rauf Danapuri was a well-known philosopher and famous scholar as well as Sīrah writer. His book Aṣaḥ Al-Siyar is a book with jurisprudential tendency and has a remarkable place in Urdu sirah literature. In this book the author has described the Sīrah in a different and unique way. He derived fiqh rulings, instructions and practical life lessons from it. This style of Sīrah writing is called Fiqh Al-Sīrah. This book is written in response to modernist, rationalist and apologetic approach of Urdu Sīrah books writer's. After the Qur'anic verses, the authentic hadiths and other authentic traditions have been trusted upon for the background of various events in the biography or for interpretation and extraction from them. He has also worked on interpretation and implementation of hadith. In the book, many jurisprudential debates and problems have been derived from the Sirat Rasool. The jurisprudence debates have been mentioned by the author regularly in different chapters. For example, Kitab Al-Amwal, Nikah Muharram, Sharai Parda and many similar titles have been established. You also mention the opinions of the Imams in these topics and on some occasions they also explain the priority and the reason for priority. This article focuses on analytical study of Aṣaḥ Al-Siyar in the context of Fiqh Al-Sīrah.

Keywords

Sīrah, Fiqh Al-Sīrah, Aṣaḥ Al-Siyar Jurisprudential Tendency.

All Rights Reserved © 2022 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

تمہید

آپ ﷺ کی تعلیمات محض نظری نہیں بلکہ اطلاقی اور عملی ہیں۔ یہ تعلیمات قیامت تک کے لیے نجات کا ذریعہ اور کامل نمونہ ہیں۔"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ"[1] اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔اور آپ ﷺ کی زندگی مبارکہ کے متعلق زیادہ تر تفصیلات ہمیں سیرت النبی ﷺ سے ہی ملتی ہیں۔"فقہ السیرۃ" کے مفہوم میں نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ سے متعلق بحث کرنے والے علم کا گہرا فہم و ادراک شامل ہے، کیوں کہ فقہ کے لفظی معنٰی کسی چیز کے پختہ علم اور گہری بصیرت کے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا یہ ہے جو آپ ﷺ نے ترجمان القرآن سیدنا ابن عباسؓ کے لیے فرمائی: "اللھم فقهه فى الدين و علمه التاويل "[2] یعنی اے اللہ ابن عباسؓ کو دین کا پختہ فہم و ادراک نصیب فرما۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی (م:۲۰۱۰ء) لکھتے ہیں:

> "برصغیر میں مختلف اسباب و محرکات کے زیر اثر تشکیل پانے والی سیرت نگاری میں متنوع مناہج و اسالیب اختیار کیے گئے جنہیں مؤرخانہ، مولفّانہ، محدثانہ، متکلمانہ، مناظرانہ، ادیبانہ، اور فقیہانہ اسالیب کے تحت تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ مندرجہ بالا مناہج سیرت نگاری میں سے موخر الذکر اسلوب (فقیہانہ اسلوب) سیرت نگاری کا ایک ایسا اسلوب ہے جس میں سیرت کی محض تاریخی تفصیلات سے اعتناء نہیں کیا جاتا بلکہ وقائع سیرت میں پنہاں فقہی احکام، بصائر و حکم اور دروس و عبر وغیرہ کا استخراج کیا جاتا ہے عصر جدید میں مطالعہ سیرت کے اس انداز کو فقہ السیرۃ کا نام دیا گیا ہے۔"[3] سیرت نگاروں کے طبقہ کو بعض اہل علم حدیث و سنت کے تشریعی دائرے سے باہر سمجھتے ہیں۔ حقیقت میں یہ صحیح نہیں ہے اُن کی فنی حیثیت اور تشریعی جلالت تسلیم شدہ ہے۔"[4]

اگر بات کی جائے فقہ اور سیرت کے تعلق کی تو یہ بہت گہرا ہے۔ شریعت کے احکام کا دارو مدار قرآن مجید، حدیث و سنت رسول ﷺ اور سیرت طیبہ پر ہی ہے۔ لہذا سیرت نگاروں کے اخذ کردہ احکام کی بڑی اہمیت ہے۔ سیرت پر اُردو میں فقہ السیرہ کا اسلُوب بہت سی کتب میں ہمیں دیکھنے کو ملتا ہے اُن میں سے مولانا عبد الروف داناپوری کی اصح السیر نمائیاں ہے۔ مولانا نے اس کتاب کو محدثانہ اسلوب کے تحت لکھنے کے ساتھ ساتھ اس میں فقیہانہ اسلوب کو بھی خاص انداز سے اپنایا ہے۔ بقول مولانا حسن مثنٰی لدوی، "حکیم عبد الرؤف داناپوری بڑے حنفی عالم اور مؤرخ ہیں۔ وہ جابجا متعدل انداز کی تحقیق و تشریح سے کام لیتے ہیں اور اپنے استدلال کو روایات سے تقویت پہنچاتے ہیں۔"[5]

کتاب کا تعارف

"اصح السیر فی ھدی خیر البشر" کے مولف مولانا عبد الرؤف داناپوری (م:۱۹۴۸ء) ہیں۔ آپ نے اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے مواد کو بنیادی مآخذ قرآن واحادیث صحیحہ اور مستند روایات سیرت سے جمع کیا ہے اس لیے انہوں نے اس کتاب کو "اصح السیر[6] کا نام دیا مصنف کے مطابق مغازی کی جو ترتیب اس کتاب میں دی گئی ہے وہ اصح ترین ہے۔[7] اردو زبان میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں اصح السیر کا نام بہت نمایاں ہے۔ ۱۹۳۲ء میں اس کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا۔ ۵۴۳ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ادارہ اسلامیات سے شائع ہوئی ہے۔ اس کی ترتیب عام کتب سیرت سے بالکل مختلف ہے، کتاب کے مختصر تعارف کے بعد جو چار صفحات پر مشتمل ہے، چوالیس صفحے کا طویل مقدمہ ہے، مقدمہ محققانہ اور عالمانہ ہے۔ ضخیم مقدمہ میں فن سیرت نگاری پر بحث کی گئی ہے۔ مولانا عبد الرؤف داناپوری نے عام کتب سیرت کی ترتیب یازمانی ترتیب سے ہٹ کر بالکل مختلف ترتیب کو اپنایا ہے۔[8]

مولف نے کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ حصہ اول حضور ﷺ تعلیم کی ولادت سے وفات تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ حصہ دوم میں پیغمبرانہ زندگی یعنی دلائل النبوۃ، معجزات، شمائل اور خاص طور پر رسول ﷺ کی مکمل حیات پر مشتمل تعلیمات واصلاحات ہیں۔[9] ولادت باسعادت کے ذکر کے بعد ہجرت کا بیان شروع کیا اور اس کے بعد غزوات کی ابتداء کی مولانا نے غزوات کے بعد وفود کا بیان بھی پوری وضاحت اور تفصیل کیساتھ کیا ہے۔ چنانچہ اصح السیر میں سب سے زیادہ تفصیل اور جامعیت کے ساتھ غزوات کو بیان کیا گیا ہے۔ غزوات کا بیان ۲۶۸ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ ان کی الفاظ کے صحیح تلفظ کی طرف بھی خصوصی دلچسپی تھی، اس پر اُنھوں نے بہت محنت سے کام کیا۔ اگرچہ وہ یہ کتاب مکمل نہ کر سکے اس کہ باوجود اس کا شمار اہم ترین اُردو کتبِ سیرت میں ہوتا ہے۔ کتاب کے دوسری جلد جس کی تکمیل نہ ہو سکی اس کے متعلق مقدمے میں لکھتے ہیں کہ:

> ارکان اسلام پر مفصل بحث حصہ دوم کی تعلیمات میں ہو گی۔ مگر اس جلد میں بھی جن جن مقامات سے جن ارکان اسلام کا خاص تعلق ہے وہاں اس کو بیان کر دیا ہے۔ حصہ دوئم میں پیغمبرانہ زندگی ہو گی یعنی دلائل النبوۃ معجزات، معراج، مراتب، شمائل اور سب سے بڑی بات یہ کہ آپ ﷺ نے دنیا کے سامنے کیا چیز پیش کی یعنی تعلیمات اور اصلاحات وغیرہ اور وہ حصہ بھی از ولادت تا وفات پوری زندگی کے حالات کو شامل ہو گا۔ کیا عجب ہے کہ اہل علم اس ترتیب کو زیادہ پسند کریں کیونکہ اس میں خلط مبحث بھی کم ہو گا اور مباحث بھی زیادہ منتشر نہ ہوں گے۔[10]

سید سلمان نے یادرفتگان میں مولانا کے حالات بیان کرتے ہوئے ان کی کتاب کے متعلق لکھا ہے کہ ان کی تصنیفات میں سے اہم کتاب اصح السیر ہے ، جو افسوس ہے کہ اُن کی وفات سے ناتمام رہی۔[11] اس کے علاوہ اُن کی "مختصر سیرت نبوی ﷺ" کے عنوان کے تحت سیرت پر چوالیس صفحات کی مختصر تالیف بھی ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے قرآن مجید کو سیرت کے ماخذ اول کے طور پر لیا ہے اور کثرت سے قرآنی آیات کے حوالہ جات دیئے ہیں۔ مختلف واقعات سیرت کے پس منظر یا ان سے استنباط و استخراج کے لیے قرآنی آیات کے بعد صحیح احادیث اور دیگر مستند روایات سیرت پر انحصار کیا ہے۔ آپ نے محض احادیث کی روایات کو بیان نہیں کیا بلکہ ان کی اسناد، رواہ حدیث پر نقد و تبصرہ بھی کیا ہے۔ تاویل و تطبیق حدیث سے بھی کام لیا ہے۔ آپ نے نہ صرف سیرت کی مستند روایات پر اعتماد کیا ہے بلکہ آپ مختلف روایات سیرت کے مابین اختلاف کو اور اس موقع پر بعض روایات کو دوسری روایات پر ترجیح بھی دیتے ہیں۔ کتاب میں کثرت سے فقہی مباحث و مسائل کا سیرت رسول ﷺ سے استنباط کیا گیا ہے۔ فقہی مباحث کو مؤلف نے باقاعدہ مختلف ابواب دعناوین باندھ کر ذکر کیا ہے۔ آپ ان موضوعات کے ضمن میں ائمہ اربعہ کی آراء بھی ذکر کرتے ہیں اور بعض مواقع پر ترجیح اور وجہ ترجیح بھی بیان کرتے ہیں۔ اصح السیر میں فقہی احکامات و مسائل کا واقعات سیرت سے استنباط اس کتاب کا خاصا ہے۔ اس کتاب کے متعلق انور محمود خالد صاحب نے اپنی کتاب اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ میں ان الفاظ کے ساتھ خراج تحسین پیش کیا ہے۔

مولانا حکیم ابو البرکات عبدالرؤف قادری داناپوری کی کتاب "اصح السیر فی ہدی خیر البشر ۱۹۳۲ء میں تحریر کی گئی۔ خطبات احمدیہ"، "رحمۃ للعالمین ﷺ" "سیرۃ النبی ﷺ اور "خطبات مدراس کے بعد اصح السیر "(۶۵۶ صفحات کی شکل میں ہمارا ساقہ پہلی بار ایک وسیع، ٹھوس اور عالمانہ کتاب سے پڑتا ہے، جس کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی بنیاد مستند احادیث پر رکھی گئی ہے۔اور دوسری خصوصیت یہ کہ اس میں مغازی کی ترتیب بہت عمدہ ہے

اصح السیر کے موضوعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مصنف نے علم سیرت اور علم فقہ کے ڈانڈے آپس میں ملا دئے ہیں، یعنی اس نے اپنی کتاب کو صرف آنحضرت ﷺ کے سوانحی حالات کے تذکرے تک محدود نہیں رکھا بلکہ آپ ﷺ کی سیرت کو شریعت کی روشنی میں دیکھا ہے اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو عملی مذہب کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ یوں حکیم عبدالرؤف داناپوری کی یہ کتاب حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے دلچسپ واقعات کا مرقع ہی نہیں بلکہ دینی معلومات کی وجہ سے کتاب ہدایت بھی بن گئی ہے۔ مصنف چاہتا کہ قاری نہ صرف حضور ﷺ کی حیات مبارکہ کے چیدہ چیدہ واقعات سے متعارف ہو بلکہ روزمرہ زندگی میں ان شرعی امور سے بھی آگاہ ہو۔[12]

مولانا کی اس کاوش کا سبب نبی اکرم حضرت محمد ﷺ سے اُن کی محبت و نسبت کا اظہار اور دنیا و آخرت میں فلاح کا حصول ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کو شبلی نعمانی سے کئی تسامحات، تشریحات و تعبیرات پر اختلاف تھا، جس کے متبادل نکتہ نظر پیش کرنا چاہتے تھے۔ اُن کے مطابق کثرت تالیف کثرت اختلاف کی وجہ ہے، اس لیے حقائق کی تلاش عام نہیں صرف اہل نظر ہی کر سکتے ہیں۔[13]

فقہی مباحث کا تعارف

مولانا عبد الرؤف دانا پوری نے اپنی کتاب اصح السیر میں روایات و واقعات سیرت سے جو دروس و عبر اور احکام و مسائل اخذ کیے ہیں ذیل میں مختصراً اُن پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب کے آغاز میں مقدمے کے اندر قرآن مجید کے عنوان کے تحت انہوں نے جو پہلا شرعی مسئلہ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ[14] کی روشنی میں بیان کیا کہ نماز میں قرآن مجید پڑھنے کا حکم ہے ترجمہ نہیں اور اگر تلاوتِ قرآن مجید سمجھے بغیر کی جائے گی تو صحتِ نماز متاثر نہیں ہوگی۔[15] ہجرت حبشہ کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں کہ حضرت جعفر طیارؓ کی تقریر کے دوران میں نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی وضاحت کی گئی کہ نماز ضحی اور عصر کی تھی اور نماز و زکوٰۃ فرض نہیں بلکہ نافلہ تھی۔[16]

غزوہ احد کے تحت جن مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے ان میں ایک قبر میں ایک سے زیادہ شہداء کی تدفین، شہداء کو ان کے مقتل میں ہی دفن کرنے کی تلقین، شہداء کا لباس ہی ان کا کفن ہے، دوسرا کفن بغیر عذر جائز نہیں اس میں امام ابو حنیفہ کی رائے کی دلیل سے توثیق کی گئی، شہید کو غسل دینا کب واجب ہوگا اور شہداء کے نماز جنازہ پڑھانے میں تعارض روایات پر اصول حدیث کی روشنی میں وضاحت کی گئی ہے۔[17] اس کے علاوہ الحرب خدعہ کے تحت انہوں نے حالت جنگ میں فریب دینے کا جواز پیش کیا۔ سریہ نجد میں قربت کے واسطے سے سفارش کروانے کا جواز پیش کیا، عکل و عرینہ کے قبائل کے واقعات سے مولانا نے مختلف ذنوب کے لیے متعدد سزاؤں کو جمع کرنے سے ذنوب کبیرہ کی سزا جمع کرنے کو جائز قرار دیا، حالت بیماری میں ماکول اللحم جانور کے پیشاب پینے اور اہلی گدھوں کے نجس ہونے اور نجس برتن پاک کرنے کے مسائل کو ذکر کیا ہے۔[18]

غزوہ خیبر کے واقعات سے جن احکام و مسائل پر استدلال کیا گیا ان میں مخابرہ، ممنوعات خیبر[19] بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے حقوق، قتال شہر حرام کے جواز میں جمہور کے استدلال کی نفی کی گئی، تحریم اللحوم الحمر الاہلیہ، طہارت، متعہ کا حکم شامل ہیں۔[20] اس کے بعد مولانا نے وادیٔ القری سے واپسی پر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی نیند سے آنکھ نہ کھلنے پر آپ ﷺ کا قول نقل کر کے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ جب بھول جائے یا سویا ہو اجب اٹھے تب نماز پڑھ لے۔[21] اس کے بعد سریہ

عبداللہ بن خزافہ السہمیؓ میں اطاعت امیر اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ[22] کے تحت حدیث کی روشنی میں دلیل دی کہ اطاعت امیر صرف معروف میں ہے منکر میں نہیں ہے۔[23]

عمرہ القضاء میں آپ ﷺ کے حضرت میمونہؓ سے نکاح سے شرعی مسئلہ بیان کیا کہ احرام کی حالت میں نکاح ہو سکتا ہے اور روزہ دار اور حائضہ سے نکاح کرنا جائز ہے۔ انہوں نے حضرت عمرو بن العاصؓ کے واقعہ سے حدیث کی روشنی میں یہ مسئلہ بیان کیا کہ غسل واجب ہو تو سردی کی شدت میں بھی تیمم غسل کا بدل نہیں ہو سکتا، اس کے ساتھ انہوں نے یہ مسئلہ آپ ﷺ کی حدیث اور عملِ صحابہؓ کی روشنی میں بیان کیا کہ دریا کی مردہ مچھلی حالت اضطرار اور بلا مجبوری کے بھی حلال ہے۔[24] فتح مکہ کے واقعات سے انہوں نے جن مسائل کو بیان کیا ان میں اراضی مکہ کا حکم، تقسیم اراضی میں امام کے اختیار کو واضح کیا ہے۔[25]

مولانا نے غزوہ تبوک نقل کرنے کے بعد مندرجہ ذیل احکام و مسائل پر روشنی ڈالی ہے امام کی طرف سے جہاد کے لیے نفیر عام ہو جائے تو کسی شخص کے لیے رکنا جائز نہیں ہے، اور آپ ﷺ کے اٹھارہ بیس دن قصر نماز پڑھنے سے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ جب تک اقامت کی نیت نہ ہو قصر کرتا رہے۔[26]

بعد ازاں موصوف نے آداب جہاد کے تحت فقہی نکات ذکر کیے ہیں کہ حرب میں دھوکے کی اجازت ہے، بچوں عورتوں اور بوڑھوں کو قتل کرنے کی ممانعت کے باوجود اہل الرائے اور صاحب تجربہ بوڑھوں کو قتل کیا جا سکتا ہے اگر کفار اس کی رائے سے فائدہ اٹھائیں، حالت جنگ میں کفار کی اعانت قبول کی بھی جا سکتی ہے اور نہیں بھی، حملے سے قبل اسلام کی دعوت دینا ضروری ہے لیکن اگر شرارت کا خدشہ موجود ہو تو اسلام کی دعوت دیے بغیر بھی حملہ کیا جا سکتا ہے، جس بستی میں اسلام کی علامات معلوم ہوں یا اذان کی آواز سنی جاے اس بستی پر حملہ نہ کیا جائے اور جو شخص کلمہ پڑھ لے اسے قتل نہ کیا جائے چاہے اس نے موت کے خوف سے پڑھا ہو۔[27]

جزیہ کی بحث میں یہ مسئلہ بیان کیا کہ اہل کتاب اور بت پرست ان دونوں سے جزیہ وصول کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ ہدایا و تحائف قبول کرنے نہ کرنے کا جواز اور ان کی ملکیت کا مسئلہ بھی بیان کیا۔ پھر اموال مھجورہ پر وضاحت کی کہ اگر مسلمانوں کے مال پر کفار کا قبضہ ہو گیا تو جب مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو گا تو وہ مال واپس اسی کے مالک کو دلوایا جائے گا۔[28] اس کے بعد مولانا نے مختلف وفود کے واقعات بیان کرنے کے بعد ان میں سے بھی فقہی نکات درج کیے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

وفد عبد القیس کی تفصیل کے بعد دباء، حنتم، نقیر اور مزفت[29] کا استعمال ممنوع قرار دیا۔ وفد کندہ کے تحت لکھا ہے کہ ریشم مردوں کے لیے ناجائز اور حرام سے بچنے کے لیے مال کا ضائع کرنا جائز ہے۔[30] وفد نجران کی تفصیل کے تحت انہوں نے مباہلہ کا جائز ہونا مثالوں سے ثابت کیا۔ وفد بنی اسد سے عیافہ، کہانت اور بیع الحصا کی ممانعت بیان کی۔ اسی طرح انہوں نے وفد بلی کے بعد

جو فقہی نکات درج کیے ان میں مہمان کا تین دن سے زیادہ قیام میزبان کے عدم حرج سے مشروط ہے ورنہ حلال نہیں ہو گا اور غنم ضالہ کی ملکیت و تصرف پر علماء کے اختلاف کو ذکر کیا ہے۔ پھر وفد صدا کے تحت زیاد ابن الحارث الصدائیؓ کے واقعہ سے مسائل بیان کئے ہیں جن میں سوار کا سواری پر اذان دینا جائز ہے، جو شخص اذان دے اقامت بھی اس کا حق ہے، امارت کا عہدہ طلب کیا جا سکتا ہے اور سوال کرنے پر امیر بنایا بھی جا سکتا ہے لیکن امارت وولایت کا ترک کرنا ایک مومن کے لیے اس کے قبول کرنے سے بہتر ہے۔[31]

اس کے بعد انہوں نے کتاب حجتہ الوداع کے تحت آپ ﷺ کے عمروں کی تعداد اور حج کی قسم پر بحث کر کے فقہی نکات بیان کیے ہیں اور آپ ﷺ کے حج کو حج قارن ثابت کیا،[32] فسخ الحج بالعمرہ کے اختلاف میں حکم کے عام ہونے اور تخصیص حکم بصحابہ پر دلائل نقل کیے ہیں، محرم کے انتقال پر غسل دینے اور احرام کو ہی کفن بنانے اور خوشبو نہ لگانے اور چہرہ و سر نہ چھپانے، موت سے احرام ٹوٹتا ہے یا نہیں جیسے مسائل ذکر کیے ہیں۔[33]

غدیر خم کے خطبے سے مسئلہ امامت پر اپنی رائے دی ہے کہ اس روایت سے امامت کے مسئلہ پر استدلال کسی طرح صحیح نہیں ہے۔[34] اس کے علاوہ انہوں نے متروکات کے تحت زمینوں کے متعلق جلیل القدر اصحاب رضی اللہ عنہم میں اس کی ملکیت کے متعلق اختلاف پر اپنی رائے دی ہے کہ وہ فئ یا صدقہ کی زمینیں تھیں۔ کتاب کے آخر میں ازدواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بیان کے تحت انہوں نے ستر وپردہ کے فقہی احکامات کا بالتفصیل ذکر کیا ہے۔[35]

استنباط احکام و مسائل میں اسلوب استدلال کی مثالیں

مولانا نے اصح السیر میں جن واقعات سیرت سے مسائل کا اخذ و استنباط کیا ہے اُن میں جو اسلوب اختیار کیا ہے اُن میں سے چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ آیت قرآنیہ سے مسائل کا استنباط

مولانا نے اپنی کتاب میں قرآن مجید کی آیات مبارکہ سے بھی احکام و مسائل کے اخذ و استدلال میں متعدد مقامات پر مدد لی ہے۔ انہوں نے کسی جگہ آیت قرآن سے مسائل کا استنباط کیا تو کسی جگہ پر آیت قرآنی کو بطور دلیل و استشہاد پیش کیا، جس کی مثالیں ذیل میں بیان کی گئی ہیں۔

2۔ قرآن مجید کی حفاظت

آپ نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں قرآن شریف کے عنوان کے تحت بتایا کہ قرآن مجید کی حفاظت کیونکر ہوئی اُس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

نماز ہر مسلمان پر فرض ہوئی اور ہر رکعت میں کچھ قرآن پڑھنا ضروری ہے فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ[36] اس لئے ہر شخص پر فرض ہو گیا کہ مسلمان ہونے کے بعد کچھ صحیح قرآن پڑھنا سیکھے۔ اور قرآن کا مطلب سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔ قرآن کی تعلیم حاصل کرنا اور اس کے مفہوم کو سمجھنا ہر شخص پر فرض عین نہیں ہو سکتا۔ مگر جو چیز جزو عبادت ہو گئی اس کے لئے کوئی مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ آیت بالا سے معلوم ہو گیا کہ نماز میں قرآن پڑھنے کا حکم ہے اور قرآن کا ترجمہ قرآن نہیں ہوتا اس لئے اگر کوئی شخص نماز میں قرآن کا ترجمہ پڑھے تو نماز نہ ہو گی۔ اس لئے ان الفاظ ہی کا یاد کرنا ضرور ہے۔ نماز میں اگر آیات قرآنی کو سمجھ کر پڑھے تو اس کے بہتری میں کلام نہیں۔ لیکن نہ سمجھے تاہم نفس نماز میں اس سے کوئی خرابی نہیں پیدا ہوتی۔[37]

اس آیت مبارکہ سے جن مسائل کی وضاحت کی گئی وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

- ہر شخص پر فرض ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد کچھ صحیح قرآن پڑھنا سیکھے۔ وہ قرآن کا مطلب سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔ قرآن مجید کے مفہوم کو سمجھنا ہر شخص پر فرض عین نہیں ہے۔
- قرآن مجید کی تلاوت عبادت ہے اس لیے اس سے استثنیٰ نہیں ہے۔
- نماز میں قرآن پڑھنے کا حکم ہے اور قرآن کا ترجمہ قرآن نہیں ہوتا اس لئے اگر کوئی شخص نماز میں قرآن کا ترجمہ پڑھے تو نماز نہ ہو گی۔ اس لئے ان الفاظ ہی کا یاد کرنا لازم ہے۔
- نماز میں اگر آیات قرآنی کو سمجھ کر پڑھے تو بہتر ہے۔ لیکن نہ سمجھنے سے نفس نماز میں کوئی خرابی نہیں پیدا ہو گی۔

3۔ کفار کے ساتھ کیا جانے والا معاملہ

ایک اور جگہ پر آپ نے کفار کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا اُس کے تحت آیات قرآنی بیان کرنے کہ بعد مسائل و نکات بیان کیے ہیں اُنہوں نے لکھا ہے کہ اس آیت مبارکہ میں "وَيَكُونَ ٱلدِّينُ كُلُّهُۥ لِلَّهِ"[38] جہاد بالسیف کے حکم کے بعد کفار کی تین قسم ہو گئی۔ معاہد، حربی اور اہل ذمہ، معاہد جب تک معاہدہ کے پابند رہتے آپ ﷺ کو بھی پابندی کا حکم تھا لیکن جب وہ عہد توڑ دیں تو اس سے لڑنے کا حکم تھا۔ مگر اس کو نقص عہد سے مطلع کرنے کے بعد معاہدہ دو طرح کا ہوتا تھا موقت اور غیر موقت۔ غیر موقت معاہدہ کو توڑ کر اگر مخالف مظاہرہ بھی کرتا تو آپ ﷺ اس سے محاربہ کرتے۔ اور اگر مظاہرہ نہ کرتا تو آپ ﷺ مختار تھے۔ جدید معاہدہ کرتے یا اس کو محارب شمار کرتے۔ اور موقت معاہدہ کے نقض کے بعد اگر مظاہرہ نہ ہوتا تو آپ ﷺ مدت تمام کرنے کی اجازت دیتے تھے۔

سورہ براءت کے نزول کے بعد موقت معاہدہ کی بقیہ مدت پوری کرنے کی اجازت دی گئی اور جو معاہدہ مطلق تھا یا جن قبائل سے معاہدہ تھا نہ محاربہ ان کو اعلان عام کے دن سے یعنی دس ذی الحجہ سے دس ربیع الاول تک چار مہینہ کی مہلت دی گئی "فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُر "[39] ان شہور کے گزر جانے کے بعد ان سے مقاتلہ کا حکم تھا "فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ "[40] اس آیت میں الاشہر الحرم سے وہی چار مہینے مراد ہیں جس کی مہلت دی گئی تھی۔ نہ وہ شہور حرام جس میں ہمیشہ قتال ممنوع ہے۔ اس آیت میں چار مہینہ کی مہلت دی گئی ہے اس مدت کو مدت تیسیر کہتے ہیں۔ موقت معاہدہ میں اعلان کے بعد جتنی مدت معاہدہ کے رو سے باقی رہ گئی ہو وہی مدت تیسیر تھی۔ مطلق معاہدہ میں اعلان عام کے دن سے جو ۱۰ ذی الحجہ کو ہوا تھا پورا چار مہینہ مدت تیسیر تھی۔[41] اس بحث سے مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

- پہلے یہ حکم تھا کہ جو تم سے لڑے اس سے تم بھی قتال کرو۔ جو نہ لڑے اس سے تم بھی نہ لڑو۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ اب سارے کفار و مشرکین سے مقابلہ کرو وہ لڑائی کی ابتداء کریں یا نہ کریں۔
- اس حکم کے بعد کفار کی تین قسمیں ہو گئیں معاہد، حربی اور اہل ذمہ۔ معاہد جب تک معاہدہ کی پابندی کرے آپ ﷺ کو بھی پابندی کا حکم تھا لیکن جب وہ عہد توڑ دیں تو اس سے لڑنے کا حکم تھا۔
- موقت معاہدہ کی بقیہ مدت پوری کرنے کی اجازت ملی اور جو معاہدہ مطلق تھا یا جن قبائل سے معاہدہ تھا نہ محاربہ ان کو اعلان عام کے دن سے یعنی دس ذی الحجہ سے دس ربیع الاول تک چار مہینہ کی مہلت دی گئی۔
- الاشہر الحرم سے وہی چار مہینے مراد ہیں جس کی مہلت دی گئی تھی۔ نہ کہ وہ شہور حرام جس میں ہمیشہ قتال ممنوع ہے۔

حجاب یعنی پردہ شرعی کی بحث

حجاب کی بحث کے تحت اُنہوں نے حضرت انس ؓ کی روایت بیان کی اور اس کے بعد لکھتے ہیں معلوم ہوا کہ آیت: " لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ[42] " حضرت زینبؓ کے ولیمہ کے روز نازل ہوئی اور اسی روز سے حجاب کا حکم ہوا۔ اس آیت کے تحت انہوں نے کئی احکام بیان کیے ہیں:

- نبی کے بیوت میں بلا اذن داخل نہ ہو
- کھانے کے لئے بلائے جاؤ تو کھانا پکنے کے پہلے ہی سے پکنے کے انتظار میں وہاں بیٹھے نہ رہو
- جب بلایا جائے تو جاؤ مگر کھا کر منتشر ہو جاؤ۔ وہاں باتیں نہ بنانے لگو
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے کوئی چیز مانگو تو حجاب کے (پردہ) باہر سے مانگو۔[43]

ستر عورت کی وضاحت

آپ مفسرین اور فقہاء کے ستر عورت کے بارے اختلاف کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اللہ پاک نے ستر عورت کے بارہ میں مزید احتیاط کے لئے چادر اوڑھنے کی ترکیب بھی بتادی۔ فرمایا کہ چادر کا کنارہ گریبانوں پر ڈالنا چاہیئے تاکہ گردن اور صدر اچھی طرح چھپ جائے پھر آیت "وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ"[44] کے تحت انہوں نے مندرجہ ذیل نکات تحریر کیئے ہیں:

- چہرہ اور دونوں ہاتھ کی ہتھیلیوں کے سوا تمام بدن چھپانے کا خدا نے عورتوں کو حکم دیا ہے۔ اکثر کے قول کے مطابق چہرہ اور کفین کو خدا نے اس حکم سے مستثنیٰ کیا ہے۔
- جن اعضا کے چھپانے کا حکم دیا اس کے متعلق فرمایا کہ شوہر اور باپ بھائی سے ان سب کا چھپانا ضروری نہیں ہے۔[45]

حدیث سے مسائل کا استنباط

مولانا نے اپنی کتاب میں احکام و مسائل کے اخذ و استدلال میں احادیث مبارکہ کو بھی متعدد مقامات پر روایت کیا ہے۔ انہوں نے کسی جگہ احادیث مبارکہ کو نقل کیا ہے لیکن اکثر آپ صحیحین، بخاری یا مسلم کی روایت ہے کے الفاظ رقم کر کے واقعہ بیان کرتے ہیں اور پھر بطور دلیل و استشہاد اس سے مسائل کا اخذ و استنباط کرتے ہیں جس کی مثالیں ذیل میں بیان کی جاتی ہیں۔

متعہ کی حرمت

آپ نے متعہ کے متعلق طویل بحث تحریر کی جس میں انہوں نے متعدد روایات بیان کیں، فقہا کی آرا کو نقل کیا، اس پر صحابہ کرامؓ کے اختلاف بیان کیئے اور آخر میں مسلم کی سبرہ بن معبدؓ کی روایت نقل کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"ياأَيُّها النَّاسُ،إنِّي قدْ كُنْتُ أذِنْتُ لَكُمْ في الاسْتِمْتاعِ مِنَ النِّساءِ،وإنَّ اللَّهَ قدْ حَرَّمَ ذلكَ إلى يَومِ القِيامَةِ"[46]

اے لوگو میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی اور البتہ خدا نے اس کو قیامت تک کے لئے حرام کر دیا ہے۔

اس روایت کے بعد جو نکات بیان کیئے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

- معلوم ہو گیا کہ اس سے پہلے آپ ﷺ کو خدا کی طرف سے کوئی حکم نہ ملا تھا۔ خیبر کا امتناع بحکم خداوندی نہ تھا بلکہ خود حضور ﷺ نے اس فعل کو مکروہ سمجھ کر منع کیا تھا۔ اور ضرورت کے وقت خود اجازت دی تھی۔

- فتح مکہ کے وقت جب خدا کا حکم آگیا تو آپ ﷺ نے متعہ کا من جانب اللہ حرام ہونا بیان کر دیا۔ لہذا عمرۃ القضاۃ میں جو امتناع مروی ہے وہ پہلی قسم کے امتناع پر محمول ہو گا۔ اور حجتہ الوداع میں جو امتناع مروی ہے وہ حرمت کا اعلان اور تاکید ہے۔[47]

صحیحین کی روایات سے استدلال

آپ نے صحیحین کی روایات کو مسائل کی اخذ واستدلال کے لیئے نقل کیا ہے جیسا کہ زکوٰۃ کی بحث میں بیان کرتے ہیں کہ صحیحین میں حضور ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانچ ذود سے کم میں زکوۃ نہیں ہے، ذود سے مراد اونٹ ہے، اس لئے باتفاق اونٹ کا نصاب پانچ ہے۔[48] اسی کے نیچے آپ نے بخاری کی حضرت انسؓ سے روائیت کو نقل کیا جس میں بحرین بھیجی گئی زکوٰۃ کے متعلق تحریر تھی۔۔[49] ان روایات سے مولانا نے نصاب زکوٰۃ کی تفصیل کو بیان کیا ہے۔ اونٹ کا نصاب پانچ ہے جب چوبیس یا چوبیس سے کم ہوں۔ اور ہر پانچ میں ایک بکری کی زکوٰۃ ہے۔ جب پچیس ہو جائے تو پچیس سے پینتیس تک ایک بنت مخاض ہے۔ جب چھتیس ہو جائے تو ایک بنت لبون ہے پینتالیس تک۔ جب چھیالیس ہو جائے تو ایک حقہ ہے ساٹھ تک۔ جب اکسٹھ ہو جائے تو ایک جذعہ ہے پچھتر تک۔ جب چھتر ہو جائے تو دو بنت لبون ہے نوے تک۔ جب اکانوے ہو جائے تو دو حقہ ہے ایک سو بیس تک۔ جب ایک سو بیس سے زیادہ ہو تو ہر چالیس میں ایک بنت لبون ہے۔ اور ہر پچاس میں ایک حقہ اور جس کے پاس چار ہی اونٹ ہو اس پر زکوۃ فرض نہیں ہے، لیکن اگر صاحب مال خود اپنی خوشی سے چاہے تو ادا کرے۔

روایات سیرت سے استنباط

شہدا کے صلوٰۃ جنازہ کے متعلق امام مالک اور امام شافعی کے منع کرنے پر بطور دلیل لکھتے ہیں کہ علماء احناف کہتے ہیں کہ تمام اصحاب سیر لکھ رہے ہیں کہ غزوہ احد میں حضور ﷺ نے شہداء کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ ابن اسحاق حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت حمزہؓ کو چادر میں لپیٹا، پھر ان پر جنازہ کی نماز پڑھی۔[50]

قنوت فی الفجر کے معاملے پر امام شافعی اور امام مالک کی آرا کا رد زادالمعاد سے کرتے ہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہمیشہ صبح کی نماز کے آخری رکعت میں رکوع کے بعد دعا قنوت پڑھنا سنت راتبہ ہے اور وہ دعا یہ ہے "اللهم اهدني فيمن هديت" فرماتے ہیں کہ امام جہر سے پڑھے اور مقتدی آمین کہیں۔ امام مالک صاحب بھی یہی کہتے ہیں مگر وہ جہر نہیں کہتے۔ علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں نہایت بسط سے اس کی تردید کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ امر محال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روزانہ صبح کے وقت جہر سے مذکورہ دعا پڑھی ہو صحابہؓ برابر آمین کہتے ہوں پھر وفات تک آپ ﷺ کا یہ دستور رہا ہو اور جمہور صحابہؓ بلکہ کل صحابہؓ اس کو بھول جائیں۔[51]

عمل صحابہؓ سے استنباط

مولانا نے بہت سارے مقامات پر صحابہ کرامؓ کے واقعات اور اُن کی آرا کو نقل کرنے کے بعد فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں دی گئی ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین سو آدمی ساحل بحر پر ارض جہینہ کی طرف بھیجے۔ اس میں میں بھی تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ کو حضور ﷺ نے امیر مقرر کر دیا تھا لیکن وہاں کوئی ملا نہیں اور ہم لوگوں کو ایک مہینہ یا کم و بیش وہاں رہنا پڑا۔ ہم لوگوں کے ساتھ زاد راہ تھا اور حضور ﷺ نے بھی ایک جراب میں کھجور میں ساتھ دی تھی۔ وہ سب ختم ہو گیا۔ ایک روز تین اونٹ ذبح ہوئے، دوسرے روز پھر تین اونٹ ذبح ہوئے۔ تیسرے روز پھر تین ذبح ہوئے۔ اس کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے اونٹ ذبح کرنے سے منع کر دیا۔ اونٹ ذبح کرنے والے قیس[52] بن سعد بن عبادہ تھے حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ انتظام کیا کہ جس کے پاس جو کچھ زادراہ تھا سب کو جمع کرایا۔ اور سب کو ایک ایک مٹھی کھجوریں تقسیم کیں روزانہ اس طرح تقسیم کرتے۔ پھر یہ نوبت ہوئی کہ ہر شخص کو صرف ایک کھجور ملی تھی۔ اسی کو چوس کر پانی پیتے تھے اور اپنی کڑیوں سے درختوں کے پتے توڑ کر کھاتے تھے۔ ہم لوگوں کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ دریا سے ایک بہت بڑی مردہ مچھلی کنارہ آ لگی جو ایک بڑے تودہ کی طرح معلوم ہوئی تھی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے پہلے کہا کہ یہ مردہ ہے اور مردہ کھانا جائز نہیں۔ لیکن پھر اس پر سب متفق ہوئے کہ ایسی حالت میں تو مردہ بھی جائز ہے۔ اٹھارہ روز یا اس سے زیادہ سب نے اس میں سے کھایا۔ روزانہ ایک بیل کے برابر ٹکڑا اس میں سے کاٹ لیتے تھے۔ اور اس کی چربی جلاتے تھے اس کے اضلال کی دو ہڈیوں کو ابو عبیدہؓ نے کھڑا کیا۔ اور سب سے لمبے اونٹ پر سب سے زیادہ لانبا آدمی چن کر سوار کیا اور اس کے نیچے سے جانے کے لئے کہا تو چلا گیا۔ جب ہم لوٹ کر مدینہ آئے اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ خدا نے تم لوگوں کے لئے رزق بھیجا تھا۔ اگر اس میں کچھ گوشت ہو تو لاؤ۔ چنانچہ حضور ﷺ کے سامنے لایا گیا اور آپ ﷺ نے اس میں سے کھایا۔

آپ نے اس واقعے سے مندرجہ ذیل مسائل کا استنباط کیا ہے:

- یہ سریہ اس بات پر حجت ہے کہ شہر حرام میں قتال جائز ہے اس لئے کہ حضور ﷺ نے رجب میں یہ سریہ بھیجا۔
- اس میں یہ دلیل ہے کہ دریا کی مچھلی گو وہ مردہ ہو حلال ہے کیونکہ صحابہؓ نے مجبوری میں کھایا لیکن خود رسول اللہ ﷺ نے اس میں سے بلا مجبوری کے کھایا۔
- معلوم ہوا کہ جس جگہ رسول اللہ ﷺ کا حکم اور نص نہ معلوم ہو تو جزئیات مسائل میں ضرورت کے وقت اپنی رائے پر عمل درست ہے جیسا کہ صحابہؓ نے اس سریہ میں کیا اور رسول ﷺ نے اس کو قائم رکھا۔[53]

وجہ حکم کے بیان کا اسلوب

بعض احکامات کی وجہ بھی بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خیبر میں اہلی گدھے کے گوشت کو منع فرمایا اور فرمایا کہ وہ نجس ہے۔ صحابہؓ میں سے بعض نے کہا کہ منع اس لئے ہوا کہ سواری کا جانور ہے بعض نے کہا کہ اطراف کی پلیدی کھاتا ہے مگر سول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نجس ہے۔[54] اسی طرح وفد عبد القیس کو حضور ﷺ نے چار چیزوں سے منع کیا، اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس منع کا مطلب یہ تھا کہ اس قسم کے برتنوں میں نبیذ بنا کر نہ پیا کرو منع کی وجہ یہ تھی کہ ان برتنوں میں نبیذ میں جلد نشہ آجاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان برتنوں کا استعمال ممنوع ہے[55]

واقعات سیرت میں اپنی رائے کا اظہار

مولانا بعض مقامات پر اپنی رائے دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جیسے حضرت جعفر ابن ابی طالبؓ نے جب ہجرت حبشہ میں بادشاہ کے سامنے جواب دیا اے بادشاہ! ہم لوگ بتوں کو پوجتے تھے، مردہ کھاتے تھے، ہر طرح کے فواحش میں مبتلا تھے قطع رحم کرتے تھے۔ انہوں نے ہم کو خدا کی عبادت کا طریقہ بتایا، نماز، روزہ، زکوۃ کی تعلیم دی۔[56] اس واقعہ میں نماز اور روزہ کے متعلق نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے عس پر اپنی رائے دیتے ہیں کہ اس وقت نماز دو وقت کی فرض تھی ضحیٰ اور عصر لیکن صوم اور زکوۃ اس وقت فرض نہ تھا بلکہ وہ بہت پیچھے ہجرت کے بعد مدینہ میں فرض ہوا۔ مگر حضرت جعفرؓ کی اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ صوم نافلہ اور زکوۃ نافلہ کی تعلیم حضور ﷺ اس وقت بھی دیتے تھے۔ واللہ اعلم[57]

غزوہ خندق کے موقع پر نمازوں کے قضا ہونے کی وجہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ بعض روز کفار نے خندق کی ہر طرف ہجوم کیا۔ اور صحابہؓ کو ہر طرف مدافعت کرنی پڑی حتی کہ حضور ﷺ کی اور صحابہؓ کی کئی کئی نمازیں قضا ہو گئیں۔ اس وقت تک یا تو صلوۃ خوف کا حکم نازل نہ ہوا تھا۔ یا دشمنوں کی کثرت کی وجہ سے نماز کے لئے صحابہؓ کا تقسیم کرنا بھی خطرناک تھا۔[58] اسی طرح لکھتے ہیں کہ غزوہ خیبر میں زمین بہت فتح ہوئی اور وہ سب اہل خیبر کو بٹائی پر دی گئی۔ یہ کسی روایت سے نہیں معلوم ہوتا کہ حضور ﷺ نے بیج دینے کا وعدہ کیا ہو یا دیا ہو۔[59] بظاہر بیج اور عمل اہل خیبر کا تھا اور زمین مسلمانوں کی اس سے معلوم ہوا کہ رب الارض کو بیج دینا لازم نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے مدینہ میں سباع بن عرفطہؓ کو خلیفہ مقرر کر دیا اور روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ چودہ سو آدمی تھے۔ دو سو گھوڑے اور اونٹ بہت زیادہ۔ حضرت ام سلمہؓ کو آپ ﷺ نے ساتھ لیا امیمہ بنت الصلت غفاریہؓ بنی غفار کی چند عورتوں کے ساتھ مریضوں کی خدمت کے لئے ساتھ ہوئیں کچھ اور عورتیں بھی ساتھ تھیں۔[60] اس طرح کے واقعات پر اپنی رائے نہ دی۔ یہاں یہ واقعہ تقاضا کرتا ہے کہ بتایا جائے عورتیں مریضوں کی عیادت کر سکتی ہیں یا نہیں کر سکتی۔ اور اگر کر سکتی ہیں تو کن حالات میں۔ اس سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ مولانا نے یہاں پر مناسب سمجھا وہیں پر مسائل کو بیان کیا ہے۔

احکام کے استنباط میں اصول حدیث کا بیان

مولانا نے استنباط احکام میں بقدر ضرورت اصول حدیث کو بھی بیان کیا ہے جیسا کہ غزوہ احد میں شہدا کی صلٰوۃ جنازہ کی تفصیل میں حدیث کی صحت، جرح و تعدیل اور مراتب پر بحث کی گئی ہے۔ حاکم نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہؓ کی نعش پر گئے اور ان کا حال دیکھا تو بہت روئے۔ ایک انصاری نے اپنا کپڑا حضرت حمزہؓ پر ڈال دیا۔ ابن ہمام نے اس پر اضافہ کیا ہے کہ اس کے بعد شہداء پر آپ ﷺ نے نماز پڑھی اس طرح کہ شہداء کو اٹھا کر حضرت حمزہؓ کے پاس رکھتے جاتے تھے۔ نماز کے بعد ان کو اٹھا کر دوسرے کو رکھا جاتا تھا اور حضرت حمزہؓ کو اپنی جگہ پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ گو بعض رواۃ پر جرح ہوئی ہے مگر مختار توثیق ہے۔ اور بہر حال درجہ حسن سے نازل نہیں ہے۔ ایک حدیث ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے شہداء احد پر نوبت بہ نوبت نماز ادا کی اور حضرت حمزہؓ پر ستر نمازیں پڑھیں۔ اور دار قطنی نے اس باب میں ابن عباسؓ سے ایک روایت ذکر کی ہے یہ دونوں روایتیں بھی درجہ حسن سے کم نہیں ہے۔[61]

ناسخ منسوخ حکم کی وضاحت

مولانا نے یہاں فقہی مسائل کا استنباط کیا وہاں ناسخ اور منسوخ ہونے کی صورت میں وہاں حکم کی وضاحت بھی کی ہے۔ جیسے اس روایت کو بیان کرنے کے بعد رقمطراز ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "گوشت پھینک دو اور برتن توڑ دو دیگر ایک شخص نے کہا کہ "یا رسول ﷺ گوشت پھینک دیا جائے اور برتن دھو دیا جائے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "اچھا دھو دو" پہلا حکم عمل کے قبل منسوخ ہو گیا۔ اور معلوم ہوا کہ برتن کی نجاست دھونے سے زائل ہو جاتی ہے۔[62]

احکام کے استنباط میں اصول فقہ کا بیان

مولانا استنباط احکام میں ضرورت کے وقت اصول فقہ بھی بیان کرتے ہیں۔ نکاح محرم کی بحث میں لکھتے ہیں کہ اس میں اتفاق ہے کہ حضرت میمونہؓ سے عمرۃ القضاۃ میں نکاح حضور ﷺ نے کیا۔ مگر اختلاف یہ ہے کہ کس وقت کیا احرام کی حالت میں یا قبل یا بعد۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ ابو داؤد میں سعید ابن المسیبؒ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے میمونہؓ سے عقد احرام کی حالت میں کیا۔ حالانکہ آپ ﷺ مکہ آئے تو محرم نہ تھے نکاح بھی اسی وقت ہو گیا اس لئے لوگوں کو شبہ ہو گیا۔ پھر انہوں نے مانعین کے استدلال نقل کیے ہیں۔ مانعین کا استدلال یہ ہے کہ مسلم، ابو داود، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی اور ابن حبانؒ نے حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ محرم نہ خود اپنا نکاح کرے نہ کسی دوسرے کا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ اگر مان لیا جائے کہ ابن عباسؓ کی روایت اس کے معارض ہے۔ تاہم یہ قول ہے اور قول کو فعل

پر عند التعارض ترجیح دیناواجب ہے۔[63]

اسی طرح ایک اور اصول فقہ کی بحث میں لکھتے ہیں کہ امام ابو جعفر طحاوی نے محض نبیہ بن وہب کی وجہ سے حضرت عثمانؓ کی روایت کو قابل ترک سمجھا۔ حالانکہ نبیہ کی ثقاہت میں کوئی کلام نہیں ہے۔ اور امام بخاری کے سوا تمام جماعت نے ان سے روایت اخذ کی ہے۔ اسی طرح حضرت میمونہؓ کی روایت میں دو جگہ کلام کیاہے اول خود یزید بن الاصؒم میں۔ دوئم یہ کہ میمون بن مہرانؒ نے عطاء کے سامنے یزید بن الاصمؒ کا قول پیش کیا۔ اور محل استدلال میں حضرت میمونہؓ کی طرف اتصال نہیں کیا لیکن یزید بن الاصمؒ سے ساری جماعت روایت کرتی ہے خود بخاری نے بھی ادب المفرد میں ان کی روایت کو اخذ کیاہے باقی حضرت میمونہؓ کی طرف اتصال تو وہ علاوہ میمون بن مہرانؒ کے اور لوگوں نے بھی حضرت میمونہؓ سے متصل روایت بیان کی ہے جیسا کہ مسلم میں موجود ہے۔ الغرض دونوں جانب روایات صحیحہ موجود ہیں ہاں اس میں شبہ نہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت سنداً راجح ہے لیکن خود ہمارے فقہاء کہتے ہیں کہ جب اختلاف دائر ہو منع اور جواز میں تو حکم منع پر ہوگا کیونکہ اسی میں احتیاط ہے۔[64]

حنفی رائے کا دلیل سے اثبات

جب کسی مسئلے پر فقہا میں اختلاف ہو جائے تو مولانا ایسی صورت حال میں دوسرے فقہا کے مقابلے میں احناف کی رائے کو دلیل کے ساتھ ثابت کرتے نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ غسل شہید کے معاملے پر ائمہ اربعہ، ارباب سیر اور اصحاب حدیث سب متفق ہیں کہ شہداء کو غسل دینا نہیں چاہئے۔ لیکن اگر علم ہو جائے کہ جنبی تھے تو اس حالت میں غسل کے متعلق اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں غسل دیناواجب ہے۔ امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ اس حالت میں بھی غسل نہ دیا جائے۔ وجوب غسل کی دلیل یہ ہے کہ حضرت حنظلہ بن ابی عامرؓ غسیل الملائکہ جنبی تھے مسلمانوں کو اس کا علم نہ تھا تو فرشتوں نے غسل دیا۔ اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ واجب ہوتا تو خود حضور ﷺ غسل دیتے اس لئے کہ جب غسل سے ملائکہ کے طہارت ہوگئی تو پھر غسل کی ضرورت باقی نہ رہی۔[65] یہاں مولانا نے حنفی رائے کو دلیل کے ساتھ ثابت کیاہے۔

اسی طرح شہید کے کفن کے بارے لکھتے ہیں کہ یہ متفق علیہ ہے کہ شہداء احد کو حضور ﷺ نے ان کے لباس میں دفن کیا۔ جدید کفن نہیں دیا مگر اختلاف یہ ہے کہ اسی کپڑہ میں دفن کرنا علی سبیل الوجوب تھا یا علی سبیل الاستحباب والا ولویۃ، امام ابو حنیفہ کا مشہور قول وجوب ہے امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک استحباباً تھا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ اظہر اور موافق سنت کے قول امام ابو حنیفہ کا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت صفیہؓ نے دو کفن بھیجے تھے ایک حضرت حمزہؓ کو دیا گیا اور ایک دوسرے شہید کو، اگر اسی کپڑے میں دفن کرنا واجب ہوتا تو یہ نہ دیا جاتا۔ یہ صحیح نہیں ہے حضرت حمزہؓ کو کفار نے مثلہ کیا تھا، ان کا پیٹ چاک کر دیا تھا۔ ان کا جگر نکال لیا تھا اس لئے مجبوراً ان کو دوسرا کفن دینا ضروری ہو گیا۔ بغیر ایسے عذر کے جائز نہیں ہے۔ کفن کے جواز کا حکم ایسا ہی

ضعیف ہے جیسا غسل کے جواز کا قول ضعیف ہے، سنت رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی پیروی بہر حال مقدم ہے۔اس مسئلے میں بھی انہوں حنفی رائے کو دلیل کے ساتھ ثابت کیا ہے۔[66]

اختلافی معاملات میں اسلوب

اختلافی معاملات میں مولانا تمام اختلافی آراء کو نقل کرتے ہیں۔اس کے بعد ان کے دلائل بیان کرتے ہیں۔ آخر میں جو دلیل مظبوط ہو اس کو بیان کرتے ہیں اور اس کی وجہ ترجیح بھی بیان کرتے ہیں۔ جیسے یہ اختلاف تھا کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا حج کس قسم کا تھا۔اس اختلاف کو حل کرنے کے لیئے اس بحث میں مولانا نے انیس روایات کو نقل کرنے کے بعد یہ رائے دی کہ فقہاء کی اصطلاح کے مطابق حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بلاشبہ قارن تھے حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے تلبیہ اور تہلیل میں حج اور عمرہ کا جمع ہونا اتنی کثیر روایات سے ثابت ہے جس میں شبہ کی مطلق گنجائش باقی نہیں رہتی،اور اس میں بھی شبہ نہیں ہے کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے حج وعمرہ کے لئے علیحدہ علیحدہ طواف وسعی نہیں کی اس لئے متعہ اصطلاحی نہیں ہو سکتا۔[67]

اسی طرح جس جگہ ضرورت ہو وہاں اختلاف کو اس انداز سے بھی حل کرتے ہیں کہ یہ حکم کن کے لئے خاص ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ عکل وعرینہ کے قصہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوا کے لئے ماکول اللحم جانور کا پیشاب پینا جائز ہے،[68] گو اس میں بڑا اختلاف ہے۔اس اختلاف کا حل یہ پیش کیا کہ بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم انہیں کم بختوں کے لئے مخصوص تھا۔

مختلف موضوعات میں احکامات کا اسلوب

مولانا نے مختلف موضوعات میں مختلف اسلوب اپنایا ہے۔مثال کے طور پر کسی جگہ بات کرتے کرتے ادھر ہی کوئی مسئلہ سامنے آیا تو بیان کر دیا۔کسی جگہ بحث مکمل ہونے کے بعد تفصیلاً احکامات ومسائل کو نکات یا عنوانات کے تحت درج کیا۔لیکن کسی جگہ ایک بحث کے ایک جزو کی تکمیل کے بعد اس میں سے جو بھی شرعی مسئلہ نکلتا تھا بیان کیا جیسا کہ سرایا کی بحث میں ہر سریے کے بعد اس سے اخذ شدہ احکام بیان کر دیئے ہیں۔مثال کے طور پر سریہ عبد اللہ بن خذافہ سہمیؓ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ صحیحین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے مروی ہے کہ انصار کے ایک شخص کو رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ایک سریہ کا امیر بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ ان کی سنو اور اتباع کرو۔وہ کسی بات پر ان لوگوں سے ناخوش ہوگئے۔اور ان لوگوں سے لکڑی جمع کروائی۔پھر اس میں آگ لگوائی۔ اس کے بعد پوچھا کہ کیا رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے حکم نہیں دیا کہ تم میری سنو اور اتباع کرو۔سب نے کہا کہ ہاں حکم دیا ہے۔انہوں نے کہا کہ تم سب اس آگ میں داخل ہو جاؤ۔صحابہؓ ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھنے لگے۔پھر سب نے کہا کہ ہم آگ کے عذاب سے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی طرف بھاگے ہیں۔اس پر ان کا غصہ سرد ہوا اور آگ بجھائی گئی۔حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ " اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ "[69] کی آیت عبد اللہ بن خذافہ سہمیؓ کے قصہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔جب حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے

یہ سنا تو فرمایا کہ اگر یہ لوگ آگ میں داخل ہو جاتے تو کبھی آگ سے نہ نکلتے۔ یعنی ہمیشہ کے لئے جہنمی ہو جاتے۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ طاعت معروف میں ہے منکر میں نہیں اس سے معلوم ہوا کہ جب تعذیب نفس امیر کی اطاعت میں حرام ہے تو تعذیب مسلم یا ترک اوامر یا فعل نواہی امیر کے حکم سے کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ خدا کی نافرمانی کسی مخلوق کی اطاعت کی وجہ سے جائز نہیں ہو سکتی۔[70]

غزوہ خیبر کے بعد احکام و مسائل کا تذکرہ

غزوہ خیبر کے واقعات کو تفصیلاً بیان کرنے کے بعد آخر میں عنوانات قائم کر کے احکام و مسائل کو ذکر کرنے کی مثال میں غزوہ خیبر کے بیان کرنے کے بعد بہت سے احکام فقہیہ پر استدلال کیا گیا ہے۔ عنوانات قائم کیے گئے پھر مسائل ذکر کیئے ہیں۔ جن میں مخابرہ، ممنوعات خیبر، حقوق بنی عبد المطلب و بنی ہاشم، قتال شہر حرام، تحریم لحوم الحمر الاہلیہ، طہارت اور متعہ کے متعلق احکامات شامل ہیں۔[71] مولانا نے تفصیلات بیان کرنے کے بعد آخر میں عنوان دے کر اس غزوہ سے جن مسائل کا استنباط انہوں نے کیا ان کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔

غزوہ تبوک کے بعد احکام و مسائل کا بیان

اس غزوہ میں اُنہوں نے سارا قصہ بیان کرنے کے بعد مندرجہ ذیل نکات کی صورت میں مسائل کو عنوانات کے تحت بیان کیا۔[72] نفیر عام کے حکم کے تحت لکھتے ہیں کہ معلوم ہوا کہ نفیر کے بعد جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ قصر نماز کا عنوان قائم کر کے مسئلہ بیان کیا کہ مسافر جب تک اقامت کی نیت نہ کر لے قصر کرتا رہے۔ قضا علی الظاہر کی وضاحت میں لکھا کہ تبوک کے متخلفین کا قصہ اس پر دال ہے کہ قضا ظاہر پر ہوتا ہے۔ صدقہ علی البشارۃ کا عنوان قائم کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس قصہ سے معلوم ہوا کہ بشارت کے وقت بقدر استطاعت صدقہ مستحب ہے۔[73] غزوہ تبوک کے اختتام پر بھی آپ نے اس غزوہ سے جن مسائل کا استنباط کیا ان کو تفصیلاً عنوانات کے تحت ذکر کیا ہے۔

استنباط احکام میں تدریج کا پہلو

آپ نے مختلف احکامات کے بیان میں یہاں تدریج کے اسلامی اصول کا اطلاق ہوا اس کی بھی نشاندہی فرمائی ہے۔ جیسے متعہ کی حرمت کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نکاح متعہ کو خیبر میں منع فرمایا۔ اور اہلی گدھوں کے گوشت کو، اس سے قبل نکاح متعہ جائز تھا۔ نکاح متعہ یہ ہے کہ مدت معینہ کے لئے مہر معینہ پر نکاح کیا جائے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ابتداء اسلام میں نکاح متعہ کی رخصت تھی بشرطیکہ ضرورت شدیدہ ہو جیسے مردہ اور سور کا گوشت کھانے کی

جان بچانے کے لئے رخصت ہے۔ اسی طرح اضطرار کی حالت میں اس کی بھی رخصت تھی۔ حضرت ابن ابی عمرۃ انصاریؓ سے صحیح مسلم میں مروی ہے فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں اضطرار کی حالت میں متعہ کی رخصت تھی جیسے مردہ، دم اور لحم خنزیر کی رخصت ہے۔ لیکن بعد کو جب خداوند پاک نے دین کو مستحکم کر دیا تو اس سے بھی منع کر دیا۔

خیبر کا امتناع حکم خداوندی نہ تھا بلکہ خود حضور ﷺ نے اس فعل کو مکروہ سمجھ کر منع کیا تھا۔ ضرورت کے وقت خود اجازت دی تھی۔ فتح مکہ کے وقت جب خدا کا حکم آگیا تو آپ ﷺ نے متعہ کا من جانب اللہ حرام ہونا بیان کر دیا۔ لہذا عمرۃ القضاۃ میں جو امتناع مروی ہے وہ پہلی قسم کے امتناع پر محمول ہو گا۔ حجۃ الوداع میں جو امتناع مروی ہے وہ حرمت کا اعلان ہے۔[74] ان واقعات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے احکام کی تفصیل کو بیان کرتے ہوئے یہاں تدریج کا پہلو موجود تھا اس کی بھی نشاندہی کی ہے۔

بطور دلیل دیگر واقعات کی مثالیں

مولانا نے اس کتاب میں مختلف جگہ پر کسی مسئلے کو بیان کرتے ہوئے استشہاد کے طور پر اور اپنی دلیل کو مظبوط کرنے کے لئے اس سے ملتی جلتی دیگر مثالیں بیان کرنے کا بھی خاص اہتمام کیا ہے۔ قصر نماز کی تفصیل کے تحت لکھتے ہیں کہ:

> "تبوک میں بھی حضور ﷺ نے نماز قصر ادا کی اور فتح مکہ میں بھی حالانکہ علی الصحیح اٹھارہ بیس روز ان مقامات میں قیام کرنا پڑا۔ یہ دلیل ہے کہ مسافر جب تک اقامت کی نیت نہ کرلے قصر کرتا رہے۔ ائمہ اربعہ اور اکثر اہل علم کا اس پر اتفاق ہے، اصحاب رسول اللہ ﷺ رام ہرمز میں سات مہینہ رہے اور برابر قصر کرتے رہے۔ عبد الرحمن بن سمرہؓ کابل میں دو برس رہے اور برابر قصر کرتے رہے لوگوں نے ری میں ایک سال تک قصر کیا، اور سجستان میں دو برس تک قصر کیا۔ واللہ اعلم "[75]

یہاں اس مسئلے کو بیان کرنے کے لئے کہ قضا نماز کا حکم کب تک رہے گا۔ اس پر انہوں نے اس کی مثال میں غزوہ تبوک کے ساتھ ساتھ فتح مکہ کی بھی مثال دی ہے اور اس کے علاوہ عمل صحابہؓ کو بھی بطور دلیل پیش کیا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ ایک مسئلے کے بیان میں ایک سے زیادہ واقعات کو بیان کرنے کی طرف مولانا نے خصوصی توجہ دی ہے۔

خلاصہ بحث

- مولانا کو فقہ اور حدیث میں خاص دل چسپی تھی اسی لیے ان کی کتاب میں فقہی مباحث کی اچھا خاصہ ذخیرہ موجود ہے۔ مولانا نے واقعات سیرت سے استنباط احکام و مسائل کا بھرپور اہتمام کیا ہے۔

- مصنف نے اس کتاب میں اصلی، بنیادی و ثانوی دونوں طرح کے ماخذ سے استفادہ کیا ہے۔ اس تصنیف کا اہم بنیادی ماخذ حدیث ہے۔ اس کتاب میں اصحاب نقل کی درج شدہ روایات ہی بیان کی ہیں۔
- جس ضروری فقہی مسئلے کا سیرت کے کسی خاص محل سے خاص تعلق ہو اسے ادھر ہی بیان کر دیتے ہیں۔
- بعض معرکۃ الا آراء فقہی مسائل پر جامع، مکمل اور مبسوط بحث کی گئی ہے۔ اپنی رائے کی ترجیح میں دلیل کی فراہمی بھی ان کا خاصا ہے۔ اگر کسی مسئلے میں راوی کی روائیت میں اختلاف ہو تو اصحاب نقل کے بیان کو ترجیح دی گئی ہے۔
- مولانا عام طور پر امام طحاوی کی رائے بیان کرتے ہیں جس سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ فقہ حنفی کے پیروکار ہیں۔ اس کتاب میں حنفی مسلک کو ترجیح دی گئی ہے۔ مختلف موضوعات کے تحت آئمہ اربعہ کی آراء کو بیان کرتے ہیں۔
- مباحث کو باقاعدہ ابواب و عناوین کے تحت جمع کیا گیا ہے۔ کتاب کا انداز بیاں ایسا ہے کہ اسے روائیتی و فقہی رجحان میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ اس کتاب کو جدیدیت، عقلیت پسندی اور معزرت خواہانہ کتب سیرت کے جواب میں تحریر کیا گیا ہے۔
- اس کتاب کو محدثانہ اسلوب کے تحت لکھنے کے ساتھ ساتھ اس میں فقیہانہ اسلوب کو بھی خاص انداز سے اپنایا گیا ہے۔ واقعات سیرت ﷺ کے ضمن میں احادیث مبارکہ کو نقل کرکے ان سے احکامات و مسائل کا استنباط کیا گیا ہے۔

حوالہ جات

---

[1] الاحزاب ۲۱:۳۳

[2] مسند احمد بن حنبل، کتاب مسند بنی ہاشم: ۶۶۲۱

[3] غازی، محمد احمد، محاضرات سیرت، الفیصل ناشران، اردو بازار، لاہور ۲۰۰۷، ص ۵۳۲-۲۰۳

[4] محمد یاسین مظہر صدیقی، قبل بعثت اعمال و سنن نبوی کی دینی حیثیت، مشمولہ: معارف (مرتبہ: اشتیاق احمد ظلی)، جلد نمبر ۱۸۳، عدد ۶، اعظم گڑھ (یوپی)، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، جمادی الثانی، ۱۴۳۰ھ بمطابق جون ۲۰۰۹، ص: ۴۰۸

[5] پھلواری، محمد جعفر، شاہ، پیغمبر انسانیت، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۵ء ص ۳۵

[6] حقانی، عبد الرقیب، ارض بہار اور مسلمان ادارہ اسلامیات، کراچی، ۲۰۰۴ء

[7] داناپوری، عبد الرؤف، اصح السیر، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۹ء، ص۔ ۲۷

[8] محمد نعمان، مولانا، عربی اردو کتب سیرت کا تعارف، دارالناشر، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص۔ ۵۷

[9] داناپوری، عبدالرؤف، اصح السیر، ص۔ ۷

[10] ایضاً، ص۔ ۲۸ تا ۳۰

[11] ندوی، سید سلمان، یادرفتگان، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۳ء، ص۔ ۳۶۴

[12] انور محمود، خالد، ڈاکٹر، اردو نثر میں سیرت رسول، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص۔ ۶۲۹ تا ۶۳۳

[13] داناپوری، عبدالرؤف، اصح السیر، ص۔ ۲۷

[14] المزمل ۷۳:۲۰

[15] داناپوری، عبدالرؤف، اصح السیر، ص۔ ۳۳

[16] ایضاً، ص۔ ۱۰۴

[17] ایضاً، ص۔ ۱۵۶ تا ۱۵۹

[18] ایضاً، ص۔ ۲۰۰

[19] ممنوعات خیبر: ابن اسحاق مکحول سے روایت کرتے ہیں کہ چار چیزیں خیبر میں منع کی گئیں:

نمبر 1۔ سبایا میں اگر حاملہ عورتیں ہوں تو ان سے صحبت کرنے کو منع کیا گیا۔

نمبر ۲۔ اہلی گدھے کا گوشت منع کیا گیا۔

نمبر ۳۔ درندوں کے گوشت سے منع کیا گیا۔

نمبر ۴۔ غنیمت کا مال جب تک تقسیم نہ ہو جائے اس کے بیچنے سے منع کیا گیا۔

مزید تفصیل کے لئیے دیکھیے داناپوری، عبدالرؤف، اصح السیر، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۹ء، ص۔ ۲۳۰

[20] داناپوری، عبدالرؤف، اصح السیر، ص۔ ۲۳۲

[21] ایضاً، ص۔ ۲۳۶

[22] النساء ۴:۵۹

[23] داناپوری، عبدالرؤف، اصح السیر، ص۔ ۲۴۳

[24] ایضاً، ص۔ ۲۴۶ تا ۲۵۷

[25] مزید تفصیل کے لئیے دیکھیے داناپوری، عبدالرؤف، اصح السیر، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۹ء، ص۔ ۲۷۹

[26] ایضاً، ص۔ ۳۳۳

[27] ایضاً، ص۔ ۳۳۷

[28] ایضاً، ص۔ ۳۵۹تا ۳۶۴

[29] اس کی تفصیل میں مولانا لکھتے ہیں کہ (دباء) بضم دال و مد سوکھے کدو کو کہتے ہیں۔ دویم (حنتم) یہ ایک قسم کا سبز مرغن برتن ہوتا تھا اور اسی برتن میں مدینہ شراب آیا کرتی تھی، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مٹی کے ہر روغن دار برتن کو ختم کہتے ہیں ایسے برتن میں نبیذ بنانے سے نشہ جلد آتا ہے، سویم (نقیر، اس کی تفسیر تو خود رسول اللہ ﷺ نے بیان کر دی ہے، اسی روایت میں ابھی ذکر ہو چکا ہے، چہارم (مزفت) جس برتن پر رفت چڑھایا گیا ہو، بعض روایات میں بجائے مزفت کے مقیر بفتح قاف آیا ہے یعنی جس برتن پر قیر چڑھا ہو، قیر، اور زفت تقریبا ایک ہی قسم کی چیز ہے۔

[30] داناپوری، عبد الرؤف، اصح السیر، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۹ء، ص۔ ۳۹۴

[31] اصح السیر میں وفود کی بحث کے تحت مزید تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں، کتاب الوفود، ص۔ ۳۸۳

[32] داناپوری، عبد الرؤف، اصح السیر، ص۔ ۴۳۰

[33] ایضاً، ص۔ ۴۴۷

[34] ایضاً، ص۔ ۴۵۹

[35] ایضاً، ص۔ ۴۹۱

[36] المزمل ۷۳:۲۰

[37] داناپوری، عبد الرؤف، اصح السیر، ص۔ ۳۲، ۳۳

[38] الانفال ۳۹:۸

[39] التوبہ ۹:۲

[40] ایضاً ۹:۵

[41] داناپوری، عبد الرؤف، اصح السیر، ص۔ ۱۲۹

[42] الاحزاب ۳۳:۵۳

[43] داناپوری، عبد الرؤف، اصح السیر، ص۔ ۵۲۵

[44] النور ۲۴:۳۱

[45] ایضاً، ص۔ ۵۳۰، ۵۳۱

[46] مسلم، حجاج، قشیری، صحیح مسلم، کتاب نکاح کے احکام و مسائل، باب نکاح المتعہ، رقم الحدیث، ۳۴۲۲

[47] داناپوری، عبد الرؤف، اصح السیر، ص۔ ۲۳۴

[48] ایضاً، ص۔ ۳۴۲

[49] ایضاً، ص۔ ۳۴۳

[50] ایضاً، ص۔ ۱۵۸

[51] ایضاً، ص۔ ۱۶۶

[52] حضرت سعد بن عبادہؓ کے صاحبزادے ہیں اور اپنے والد کی طرح یہ بھی بہت سخی مشہور ہیں۔ جیش العسرہ میں اتنا خرچ کیا کہ قرضدار ہو گئے تھے۔

[53] داناپوری، عبد الرؤف، اصح السیر، ص۔ ۲۵۷، ۲۵۸

[54] ایضاً، ص۔ ۲۳۱

[55] ایضاً، ص۔ ۳۹۰

[56] ایضاً، ص۔ ۱۰۳

[57] ایضاً، ص۔ ۱۰۴

[58] ایضاً، ص۔ ۱۸۶

[59] ایضاً، ص۔ ۲۳۰

[60] ایضاً، ص۔ ۲۱۵

[61] ایضاً، ص۔ ۱۵۸

[62] ایضاً۔ ص، ۲۳۲

[63] ایضاً، ص۔ ۲۴۹

[64] ایضاً، ص۔ ۲۴۶ تا ۲۴۹

[65] ایضاً، ص۔ ۱۵۷

[66] ایضاً، ص۔ ۱۵۷ تا ۱۵۹

[67] ایضاً، ص۔ ۴۳۳

[68] ایضاً، ص، ۲۰۰

[69] النسا ۴:۵۹

[70] داناپوری، عبد الرؤف، اصح السیر، ص۔ ۲۴۳

[71] مزید تفصیل کے لیئے دیکھیں داناپوری، عبد الرؤف، اصح السیر، ص۔ ۲۳۰ تا ۲۳۲

[72] ایضاً، ص۔ ۳۳۰

[73] ایضاً، ص۔ ۳۳۳، ۳۳۴

[74] ایضاً، ص۔ ۲۳۰ تا ۲۳۴

[75] ایضاً، ص۔ ۳۳۳